قاری عبدالعزیز قادری (خادم خانقاہ قادریہ ڈھڈیاں)

حضرت مولانا حافظ عبدالوحید صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبدالوحید رحمہ اللہ ایک علمی گھرانے کے مشہور عالم دین مولانا محمد صادق کے گھر ۱۹۲۳ میں ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ مرحومہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کی ہمشیرہ تھیں جو کہ زہد و تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھیں۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے والد ماجد کا سایہ آپ کے سر سے ۶ سال کی عمر میں ہی اٹھ گیا تھا۔ اس لیے حضرت مولانا نے بچپن ہی میں اکابر علماء دین کے زیر سایہ پرورش پائی۔ چنانچہ تعلیم کا آغاز حفظ قران پاک سے کیا جس کیلیے خانقاہ گلزار رحیمی میں واقع مدرسہ فیض ہدایت میں داخل ہوئے۔ اور وہاں حضرت مولانا اشفاق احمد صاحب کی نگرانی میں حفظ کیا۔ مولانا موصوف مدرسہ کے متولی بھی تھے۔ اور حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہ کے بھانجے بھی تھے۔ ختم قران کے بعد سب سے پہلی نفلوں میں سماعت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت رائے پوری نے کی۔

اس کے بعد کتب دینیہ پڑھنے کے لیے جالندھر تشریف لے گئے۔ اور خیر المدارس میں داخل ہوئے وہاں حضرت مولانا عبداللہ رحمہ اللہ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال جیسے اساتذہ سے شرف تلمذ نصیب ہوا۔

بعد میں سہارنپور مدرسہ مظاہر العلوم میں داخل ہوئے کچھ عرصہ بعد بیمار ہوگئے اور واپس اپنے گاؤں چلے آئے ۔ تندرست ہونے کے بعد مدرسہ امینیہ (دلی) میں دوبارہ داخل ہوئے اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب سے حدیث پڑھنے کے بعد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کی خدمت میں رہ کر تصوف کے اعلیٰ مراتب طے کیے۔ اور حضرت رائے پوری کے وصال تک حضرت کی خدمت میں ہی رہے۔

اگر ہم کسی شخص کی تلاش میں نکلیں جو فضائل و خصائص، علم و تقویٰ، استقامت عمل اور اصلاح معاشرہ کیلیے ہر وقت سرگرم عمل نظر آتا ہو، جسکی حکمت و دانائی اور روحانی عظمت نے ایک دنیا کو متاثر کیا ہو، جس نے ہزاروں طلباء کو حافظ قران بنایا ہو۔ جو برصغیر میں فکر ولی اللٰہی کا بے باک ترجمان ہو، جو فقر و استقامت کی تفسیر ہو، جسکا حسن عمل مشعل راہ ہو، جسکی فکر اشاعت قرآن ہو، وہ بے شک حضرت مولانا عبدالوحید کی ہی شخصیت تھی۔

حضرت رحمہ اللہ توکل و رضا، حلم و بردباری اور عجز و انکسار کے پیکر تھے۔ فراست و بصیرت اور مہمان نوازی میں یکتا تھے۔ سیاست سے اگرچہ کنارہ کش رہے۔ لیکن ملکی سیاست پر دینی اور دنیاوی لحاظ سے نظر رکھتے۔ چنانچہ علاقہ میں جب فتنہ مرزائیت ابھرنے لگا، اسکے اثرات علاقے میں پھیلتے دیکھ کر حضرت مولانا بڑے بے چین ہوئے اور اپنی تمام مصروفیات چھوڑ کر رات دن اس فتنہ کو دبانے کیلیے مصروف عمل ہوگئے۔ اور یہ فتنہ مرزا غلام قادیانی کے معتمد علیہ ساتھی حکیم نورالدین کے آبائی علاقہ بھیرہ کے ارد گرد زوروں پر تھا۔

اس عاشق رسول ﷺ نے ختم نبوت کی خاطر علاقہ کے مختلف دیہاتوں میں جلسوں کا اہتمام فرمایا۔ جس میں علماء اور مناظرین کو بلاکر اس فتنہ کی خوب سرکوبی کی۔ رکھ چراگاہ میں چونکہ مرزائیوں کا زیادہ زور تھا۔ اور وہاں کے بااثر مرزائیوں کے خوف کی وجہ سے عام مسلمان اپنے علماء کی مہمان نوازی سے بھی ڈرتے تھے۔ لیکن حضرت مولانا کی قوت ایمانی کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہ بنی آپ علماء کیلیے کھانا اپنے گھر سے پکوا کر ساتھ لے جاتے اور

اسٹیشن پر کئی کئی گھنٹے انتظار فرماتے۔ علماء کے تشریف لانے پر ان کو ساتھ لیکر سید ھا مسجد میں جا کر ڈیرہ ڈال لیتے۔ رکھ چراگاہ میں کئی مناظرے بھی ہوئے جن میں مبلغ ختم نبوت حضرت مولانا محمد علی جالندھری اور مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر جیسے اکابر کو بلا کر اس فتنہ کو علاقے سے ہمیشہ ہمیشہ کیلیے ختم کر دیا۔

حضرت مولانا کی شخصیت ہر دل عزیز تھی اور ہر شخص آپ پر مکمل اعتماد کرتا۔ علاقہ میں ہونے والے تنازعات میں صلح کا سہرا آپ کے سر ہوتا۔

حضرت مولانا کا اوڑھنا بچھونا علوم دینیہ کی ترویج تھا۔ چنانچہ آپ کا تمام وقت مطالعہ اور قرآن پاک پڑھانے میں گزرتا۔ آپ بڑے شب بیدار تھے۔ فجر سے کافی پہلے بیدار ہوتے۔ اور تہجد میں تقریباً ۱۰ پارے قرآن پاک پڑھنے کا معمول تھا اشراق، چاشت اور اوّابین کے نوافل پابندی سے پڑھتے تھے۔ اس طرح تقریباً نوافل میں روزانہ ایک قرآن پاک ختم کرنے کا معمول تھا۔

صلہ رحمی اور دوسروں کی خبر گیری ان کی امتیازی شان تھی۔ عصر کی نماز کے بعد عزیز و اقارب کے گھروں میں جا کر خیریت دریافت کرتے۔ مہمانوں کے قیام و طعام کے انتظام کا ایسا اہتمام فرماتے گویا کہ ان کے گھر کے افراد ہیں۔ حضرت مولانا کے تعلقات کا دائرہ بہت وسیع تھا جسکا اندازہ حضرت کی وفات کے بعد آنے والے لوگوں سے ہوا۔ جب کبھی مسلمانوں کو کہیں بھی مشکل کا سامنا ہوا یا کوئی مصیبت و آفت ان پر آجاتی تو مدرسہ میں خصوصی طور پر دعاء خیر اور تلاوت قرآن پاک اور درود مسنونہ کے ورد اور ختم یٰسین کا اہتمام فرماتے۔

حضرت مولانا کا شمار موجودہ دور کے ان چیدہ چیدہ صوفیا میں ہوتا تھا جو لوگوں کی باطنی میل کچیل نکال کر روحانی ترقی کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن اور ایک ادارہ تھے۔ دینی مسائل اور دنیاوی معاملات کے لیے آنے والے لوگوں کو مطمئن کرتے۔ حضرت مولانا کے ہاں اپنی ذات کی بالکل نفی تھی۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے وصال کے بعد ۱۹۶۲ء میں اپنے مدرسہ عربیہ قادریہ کی بنیاد رکھی تاکہ قران پاک پڑھنے کی آواز حضرت کے کانوں تک پہنچتی رہے۔

مدرسہ میں درجہ حفظ کے ساتھ ساتھ کتب کا موقوف علیہ تک بھی انتظام کیا گیا۔ جہاں سے سینکڑوں حفاظ و علماء کرام مستفید ہو کر دنیا کے مختلف کونوں میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جو یقیناً حضرت کے درجات کی بلندی کا سبب بن رہے ہیں۔ اور یہ حضرت رائے پوری کے پڑوس میں بیٹھ کر ۳۵ سالہ قرآن پاک و حدیث مبارکہ کی بے لوث خدمت کا نتیجہ ہے اس طرح اللہ کے یہ ولی نصف صدی سے زائد پر محیط عزم اور ایمان پرور مجاہدہ کا سفر کر کے ۱۶ محرم الحرام ۱۴۱۸ بمطابق ۲۴ مئی ۱۹۹۷ بروز ہفتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے حاضری کا پیام آجانے پر سحری کے وقت تہجد کے لیے وضو کی تیاری میں بیٹھے ہوئے کلمہٴ توحید کا ورد کرتے ہوئے سفر آخرت کے لیے روانہ ہو جاتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

چونکہ حضرت مولانا کا وصال اپنے آبائی گاؤں ڈھڈیاں میں ہوا جو کہ موجودہ سہولیات سے محروم رہے۔ اس لیے ریڈیو ٹی وی اور اخبارات میں اعلان نہ ہو سکا۔ اس کے باوجود آپ کی وفات کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ اور لوگ دور دراز سے سفر کر کے نماز جنازہ میں شرکت اور آخری دیدار کے لیے پہنچنا شروع ہو گئے اور جنازہ کے لیے مدرسہ کا گراؤنڈ اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ نظر آنے لگا۔ جنازہ کی نماز سکول کے گراؤنڈ میں ادا کی گئی۔

نماز جنازہ کے لیے حضرت حاجی عبدالوہاب امیر عالمی تبلیغی جماعت کا نام لیا گیا مگر انہوں نے عذر پیش کیا۔ جس پر حضرت مولاناؒ کے بڑے صاحبزادے قاری محمد مظفر صاحب نے شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحب کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے بلایا انہوں نے نماز جنازہ ۲۰-۴ پر پڑھائی۔ اکثر مقامات پر اطلاع بروقت نہ ملنے اور وقت کا صحیح پتہ نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کی کثیر تعداد نماز جنازہ سے محروم رہ گئی۔ حضرت کی چارپائی آخری آرام گاہ کی طرف لے جائی گئی۔ اور قطب الاقطاب حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے پہلو میں آنسوؤں کے ایک سیل رواں کے ساتھ سپرد خاک کیے گئے۔

بلاشبہ حضرت مولانا کی موت سے بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا۔ جو کبھی پر نہ ہوگا۔ حضرت مولانا کی وفات کا صدمہ ڈھڈیاں شریف یا صرف پاکستان کے لیے ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے ایک بہت بڑا صدمہ ہے۔ جو کہ موت العالم موت العالم کا مصداق ہے۔

حق تعالیٰ نے حضرت مولانا عبدالوحید کو اپنی بہت سی نعمتوں اور کرامات سے نوازا تھا۔

نماز ظہر کے بعد جب غسل اور کفن کی تیاری شروع ہوئی تو گرمی کی شدت کو ٹھنڈا کرنے کیلیے بادل پورے گاؤں پر دیکھتے ہی دیکھتے چھا گیا۔ جو قبر مبارک پر مٹی ڈالنے تک آنے والے لوگوں کے لیے سایہ کا کام دیتا رہا جس طرح حضرت زندگی میں آنے والے مہمانوں کی راحت کا خیال کرتے تھے۔ آج بھی وہی منظر دیکھنے میں آیا۔

حق تعالیٰ آپ کو اپنی رضا کی خلعت سے نوازتے ہوئے کروٹ کروٹ اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے فرزند (قاری محمد مظفر جو کہ دارالعلوم فیصل آباد سے فارغ التحصیل ہیں جن کے سپرد مدرسہ کا انتظام حضرت زندگی میں ہی فرما گئے تھے۔ حافظ لطیف الرحمن جو کہ مدرسہ ہذا میں ہی درجہ حفظ میں مدرس ہیں) اور جملہ احباب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

بقیہ از ص ۳۳

گونج تھی۔ جسے موافق سن کر شیر دل ہو جاتے اور دشمن کے ایوانوں زلزلہ برپا ہو جاتا، جہاں کہیں جلسہ میں ان کے نام کا اعلان ہوتا لوگ جوق در جوق ان کا خطاب سننے کیلئے جمع ہوتے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ برصغیر کے ان چند خطیبوں میں سے تھے جنہیں انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔

آخر عمر میں بیمار رہنے لگے، دمے کا مرض تھا۔ جو جان لیوا ثابت ہوا بالآخر 21 جون 1967ء کو تحریک آزادی کا عظیم رہنما، احرار کا عظیم مدبر قائد، ماضی کی درخشندہ روایات کو اپنے سینے میں لئے اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا...... انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

مجلس احرار اسلام پاکستان پس منظر - پیش منظر

مجلس احرار اسلام کے تعارف، عزائم اور مقاصد پر مشتمل اہم پمفلٹ
رکنیت سازی مہم کے موقع پر نئے احباب کو پیش کرنے کے لئے ایک خوبصورت تحفہ

قیمت =/300 روپے فی سینکڑہ

ملنے کا پتہ: دفتر مجلس احرار اسلام، بیت التعیق، 27 سلطان احمد روڈ اچھرہ، لاہور۔ فون نمبر: 7560450